لطائف کیا چیز ہیں؟

اب ہم لطائف کا تعارف کراتے ہیں کہ لطائف کیا چیز ہیں؟ ایک عالمِ خلق ہے اور ایک عالمِ امر اور امر کا تعلق مجردات لطیفہ کے ساتھ ہے۔[1]

عالم خلق سے مراد عرش و کرسی، زمین و آسمان اور ان میں جو کچھ ہے، اور عالم امر سے مراد مجردات ہیں۔ لطائف خمسہ قلب، روح، سِر، خفی، اخفیٰ ہیں جو عرش سے بھی ماورا بالاتر ہیں۔ مگر انسانی نفوس میں اس طرح سرایت کئے ہوئے ہیں جیسے آئینے میں سورج کی شعائیں ہوتی ہیں۔[2]

ابن ابی حاتم نے روایت کیا، خلق تو ماتحتِ عرش ہے اور عالم امر مافوق عرش ہے۔ صوفیاء نے جو لطائف کو عالم امر سے کہا ہے اور اس کو فوق العرش بھی کہا ہے اس کی اصل ہے یعنی فوق العرش کی تفسیر یہی ہے کہ وہ مادیات میں سے نہیں۔ اس بناپر صوفیاء کے ان احکام کی اصل سلف سے بھی معلوم ہوتی ہے۔[3]

بعض صوفیائے کرام نے فرمایا عالم امر جسے عالم حیرت بھی کہتے ہیں اس کے ستہ (چھ) لطائف ہیں۔ بلکہ اس سے زیادہ بھی بیان کئے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصانیف میں اکثر مقامات پر لطائف خمسہ (پانچ) کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ لطائف انسان کے سینہ میں ہیں۔ مرشد کامل اس منزل کے راہی و طالب کو بتاتا ہے کہ یہ لطائف سینے کے کس کس مقام

---

[1] (تفسیر معارف القرآن، ۵۷۵:۳)

[2] (تفسیر مظھری ۳۱۵:۴)

[3] (تفسیر بیان القرآن تھانوی، صفحہ ۳۲۶)

میں ہیں۔ ان لطائف کا مرکز تو عرش کے اوپر ہے۔ سینہ میں اس لئے رکھ دیئے گئے ہیں تا کہ انسان لطائف کے کمالات سے فیض یاب ہو سکے۔ جس طرح بجلی برقی رو کا مرکز پاور ہاؤس جینریٹر ہوتا ہے اور بلب مکان کے کمروں میں روشن ہوتے ہیں۔ ذکر الٰہی سے یہ لطائف جاری ہوتے ہیں۔ ان کا خیال کر کے ذکر کیا جاتا ہے۔ پھر ان کے ذریعے انوار و تجلیات نظر آتے ہیں۔ یاد الٰہی کا شوق و ذوق پیدا ہوتا ہے۔ اسرار منکشف ہوتے ہیں۔ ان کے انوار کے رنگ بھی مختلف ہیں۔ لطائف جمع ہے لطیفہ کی جس کے معنی تصوف کی اصطلاح میں لطیف غیر مادی چیز ہے۔ مثلاً روح نفس وغیرہ مجردات وہ چیزیں ہیں جن کا ظاہری حواس خمسہ کے ذریعے ادراک نہیں کیا جا سکتا۔ ان کے ادراک سے بالاتر ہے۔ مجردات کا لفظ محسوسات کے مقابلہ میں استعمال ہوتا ہے۔

قطب الاقطاب حضرت امام ربّانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جاننا چاہیئے کہ عالم امر کے پانچ لطائف ہیں: قلب، روح، سر، خفی، اخفیٰ۔ ان لطائف کا ظہور عرش کے اوپر ہے۔ سالک ان کو ترتیب وار طے کر کے سیر کرتا ہے۔ ان کا عروج دائرہ اسماء شیونات تک ہے۔ پھر فضلِ خداوندی سے ترقی ہو تو ان کے اصول دائرہ میں سیر واقع ہو گی۔ اس دائرہ و منزل کو طے کرنے کے بعد دائرہ فوق کی ایک قوس نورانی ظاہر ہو گی۔ اس کو بھی طے کرنا پڑتا ہے۔ یہ منزلیں ختم نہیں ہوتیں۔

حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اس باطنی سیر کی نسبت مزید کیا لکھا جائے، درِپردہ رہنے کے مناسب ہے۔ اس باطنی سیر کے حاصل ہونے کے لئے پچاس ہزار سال کی راہ کا

اندازہ کیا گیا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و عنایت کے آگے کچھ دور نہیں ہے۔ اس قدر مدت دراز کے کام کو ایک لحظہ و گھڑی میں عطا فرمادے۔[4]

کوئی قابل ہو تو ہم شان کئی دیتے ہیں ڈھونڈنے والے کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی کتاب احیاء العلوم جلد سوم کے شروع میں کچھ لطائف کا ذکر کیا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: صوفیاء کرام نے ان لطائف کا اثبات کیا ہے اور ان کی تہذیب پر توجہ دی ہے۔ انہوں نے لطائف روح و سر پر زیادہ توجہ مبذول کی ہے۔ صوفیاء نے تحقیق کی ہے کہ قلب کے دو رُخ ہیں: ایک رُخ جسم اور اعضاء پر نگران رہتا ہے اور دوسرا عالمِ تجرد کی طرف رہتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: آدمی جب ذکر و فکر کرتا رہتا ہے اور ظاہر و باطن شریعت کے مطابق ہوتا ہے تو ہر ایک لطیفہ پر عبودیت کا رنگ چڑھ جاتا ہے۔ اس کی مثال اس درخت کی ہے جو پانی کی کمی کی وجہ سے خشک ہو جاتا ہے۔ لیکن جب اس کو مناسب طریقہ پر پانی دیا جائے تو پانی اس کے پتہ پتہ میں سرایت کر کے اپنا اثر دکھاتا ہے۔ وہ پھر سرسبز درخت بن جاتا ہے اور پھل دینے لگتا ہے۔ اسی طرح نور لطائف میں سرایت کر کے اپنا یہ اثر دکھاتا ہے کہ انسانی صفات کو صفات ملکیہ سے بدل دیتا ہے۔[5]

یہ بات اس عبارت سے سمجھ آئی کہ اولیاء اللہ جو کئی کئی روز کھانا نہیں کھاتے اور سوتے نہیں تو ان پر صفاتِ ملکیہ غالب ہوتی ہیں۔

---

[4](مکتوبات دفتر اول، ص ۴۶۱، مکتوب ۲۶۰، رسالہ مبدء و معاد صفحہ ۴۷)
[5](حجۃ اللہ البالغہ، جلد ۲ ص ۴۲۳-۴۱۹)

عارف کامل حضرت سیدنا شیخ فضل احمد مجددی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لطائف خمسہ پر مرشد کی تعلیم سے ذکر کریں، انوار و تجلیات اور برکات کا نزول ہوگا۔

ودر مراقبہ ایں فکر کند کہ من ہیچ نیستم ہر چہ ہست او ہست۔[6]

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

پنج حس با یکدگر پیوستہ اند   زانکہ ایں ہر پنج زاصلے رستہ بند

یعنی یہ پانچوں باطنی حس باہم ملے ہوئے ہیں، کیونکہ پانچوں ایک جڑ سے پیدا ہوئے ہیں۔

ایک اور شعر میں فرماتے ہیں: ایک لطیفہ کی غذا دوسرے لطیفہ کے لئے بھی قوت بن جاتی ہے اور یہ لطیفہ باقیوں کو سیراب کرنے لگتا ہے۔ لطائف کی غذا ذکر و نور ہے۔[7]

شرح پنج حس سے لطائف خمسہ مراد ہیں۔ ایک لطیفہ صاف ہو جاتا ہے تو اس کی وجہ سے دیگر لطائف بھی صاف ہونے لگتے ہیں۔ لیکن حضرات نقشبندیہ کا یہ قاعدہ ہے کہ وہ ہر لطیفہ کو علیحدہ علیحدہ پاکیزہ و مصفی کراتے ہیں۔ پہلے ایک کے تصفیہ کی مشق کراتے ہیں پھر دوسرے کی پھر تیسرے کی۔ اسی طرح ترتیب سے پانچوں صاف ہو جاتے ہیں۔ واقف علم حقیقت حضرت عارف شاہ غلام علی صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لطائف عشرہ پنج ازاں از عالم امر ند قلب و روح و سر و خفی و اخفیٰ و پنج از عالم خلق ست نفس، باد، خاک، آب، آتش واز تحت الثریٰ تا عرش عالم خلق ست وبالائے آں عالم امر۔[8]

---

[6](روضہ اولیاء فارسی ص ۱۹۷)

[7](مثنوی رومی، دفتر ۲، ص ۳۰۵)

[8](دار المعارف ص ۲۰)

(لطائف دس ہیں، پانچ ان میں عالم امر کے ہیں: قلب وروح وسر وخفی واخفیٰ اور پانچ ان میں عالم خلق کے ہیں: نفس وہوا وخاک وپانی و آگ، اور تحت الثری سے عرش تک عالم خلق ہے اور عرش کے اوپر عالم امر ہے)۔

اکابرِ دیوبند کے پیر و مرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جسم انسانی میں لطائف کے مقامات انوار و برکتوں سے پُر ہیں۔ جب لطیفہ قلبی کی مشق کامل ہو جائے تو باقی لطائف کی الگ الگ مشق کرنی چاہیئے۔ کلمہ طیبہ کا ذکر کریں۔[9]

مولوی اسماعیل دہلوی "صراط مستقیم" کے اندر لطائف کا تفصیل سے ذکر کرتے ہیں انہوں نے لکھا کہ پہلے چاہیئے کہ ہم لطائف کو ذکر سے جاری کریں اور ان کو ذاکر بنائیں۔ مرید باوضو اپنے مرشد کے سامنے خاموش بیٹھ کر لطائف کی تعلیم حاصل کرے اور ہر لطیفہ کا جداگانہ نور ہے۔ مراقبہ میں آدمی روحانی سیر کرتا ہے۔ اولیاء کرام کی ارواح اور ملائکہ سے ملاقات ہوتی ہے۔ ارواح اور ملائکہ کی ملاقات کے ضمن میں ان کے ساتھ ہم کلامی کا موقع بھی مل جاتا ہے۔ اپنی قوتِ ادراک و استعداد کے مطابق آسمانی عجائبات دیکھتا ہے۔[10]

اور اسی کتاب میں کئی قسم کے مراقبات اور ذکر دوضربی، سہ ضربی اور چہار ضربی کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔

مفسر علامہ عبدالحق حقانی لکھتے ہیں: قدرت نے انسان کو جس طرح محسوسات کے ادراک کے لئے حواس عطا کئے ہیں اسی طرح عالم روحانی کے ادراک کے لئے لطائف عطا کئے ہیں جو سر سے نیچے

---

[9] (ضیاء القلوب، صفحہ ۴۶)

[10] (صراط مستقیم ص ۱۶۵-۱۸۳)

سینہ میں ہیں۔ مگر ان کی تعلیم اور ان میں ترقی اور ان کے انوار کی کیفیات روحانی معلم یعنی مرشد کے بغیر میسر نہیں آتیں اور روحانی معلم ہادی بھی ایسا ہو جو انبیائے کرام کے طریق پر ہو۔

ان لطائف سے صدہا ایسی چیزیں بھی نظر آیا کرتی ہیں جو دور بین یا کسی آلہ سے دیکھی نہیں جاتیں۔اپنی روح کو بھی عیاناً دیکھا جاتا ہے اور عالم ملکوت کے اسرار منکشف ہوتے ہیں۔ یکے بعد دیگرے بہت سے درجات ہیں۔ صفاتِ باری میں مراقبہ اور ان کے انوار و آثار کی تجلیات کا ظہور روح پر انہی انوار کا انعکاس ہوتا ہے۔روح کی طاقت اجسام کی طاقت سے بڑھ جاتی ہے بڑے بڑے کام ہونے لگتے ہیں جو ظاہری اسباب پر مبنی نہیں ہوتے جن کو کرامت وخارقِ عادات کہتے ہیں۔ [11]

مولانا محمد نذیر صاحب عرشی نقشبندی لکھتے ہیں: پانچ لطائف عالم امر یعنی ملکوت سے تعلق رکھتے ہیں قلب روح وغیرہ، اور پانچ عالم خلق سے یعنی ناسوت سے۔عالم خلق کے لطائف یہ ہیں: نفس اور عناصر اربعہ یعنی ہوا، مٹی، پانی، آگ۔ [12]

مولوی اشرف علی تھانوی نے لطائف پر ایک پورا رسالہ لکھا ہے جس کا نام **"القطائف من اللطائف"** ہے۔اس میں سے ہم چند عبارات نقل کرتے ہیں حکماء وصوفیاء فرماتے ہیں: انسان مرکب توضرور ہے لیکن اس کے تمام اجزاء مادی نہیں بلکہ بعض اجزا مادی ہیں اور بعض غیر مادی۔ اس قدر پر توحکماء اور صوفیاء کا اتفاق ہے۔ آگے اختلاف ہے۔ حکماء نفس ناطق کے غیر مادی ہونے کے قائل ہیں اور صوفیاء کے نزدیک اجزائے غیر مادی متعدد اور کئی ہیں قلب، روح، سر، خفی، اخفیٰ، انہی اجزاء خمسہ مجردہ یعنی غیر مادیہ کا نام لطائف خمسہ ہے۔

---

[11] (مقدمہ تفسیر حقانی، ص ۲۷)

[12] (مفاح العولم ج ۱۱ ص ۱۹۰)

بعض صوفیاء اس میں نفس کو بھی شامل کر لیتے ہیں اور لطائف ستہ (چھ) کہتے ہیں: یہ لطائف حادث ہیں بالذات بھی اور بالزمان بھی۔ ان لطائف کے ذریعے انوار نظر آتے ہیں۔ لطائف ذکر بھی کرتے ہیں، ذاکر و صوفی اس کو سنتا ہے۔

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہ۔ (اسراء: ۴۴)

ترجمہ: "اور کوئی بھی ایسی چیز نہیں مگر وہ اس کی پاکی بیان کرتی ہے اس کی حمد کرتے ہوئے۔"

لطائف بھی اشیاء ہیں ذکر کر سکتے ہیں، ہر چیز مصروفِ حمد و ثنا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے دیکھا کہ کھانا تسبیح کرتا تھا۔[13]

امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے فرمایا: میں اس پتھر کو جانتا ہوں جو میری بعثت سے پہلے مجھ پر درود و سلام بھیجتا تھا۔[14]

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: سرکار دو عالم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم لکڑی کے ایک ستون سے ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے پھر منبر بنا۔ حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ جدائی و ہجر میں وہ ستون رویا تو سرکار صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے اس پر دستِ کرم پھیر کر تسلی دی۔[15]

---

[13] (صحیح بخاری)
[14] (مسلم)
[15] (صحیح بخاری)

ان احادیث سے جماد کا کلام کرنا اور تسبیح کرنا ثابت ہے مگر اس تسبیح کو عام لوگ نہیں سن سکتے۔

ایک حدیث میں بھی لطائف کے متعلق اشارہ ہے:

ثم وضع يده على ناصية ابی محذورہ ثم أمر على وجهه من بين ثديه الخ۔

حضور صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم نے اپنا دست مبارک ابو محذورہ رضی اللّٰہ عنہ کے ماتھے پر رکھا پھر اپنے دست مبارک کو ان کے چہرے پر لے گئے، پھر سینے پر اور ایک نسخہ میں ہے کہ جگر پر بھی رکھا پھر ناف پر رکھا پھر دعا دی اللّٰہ تجھے برکت دے۔[16]

لطائف کے مقامات پر حضور پُر نور شافع یوم النشور صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم نے برکت دینے کے لئے دست مبارک پھیرا خواہ غرض کچھ بھی تھی، تو ان مقامات کا متبرک ہونا ثابت ہو گیا۔[17]

ابھی ذکرِ اسمِ ذات لطائف پر کیسے کریں گے؟

صاحبِ مدارج السلوک فرماتے ہیں کہ لطائف عالمِ امر کے پانچ اسباق ہیں: قلب، روح، سر، خفی اور اخفیٰ۔ گویا یہ پانچ سیڑھیاں ہو گئیں۔ پھر اس کے بعد عالمِ خلق کے دو سبق ہیں: لطیفۂ نفس اور لطیفۂ قالبیہ جس کو سلطان الاذکار بھی کہتے ہیں۔ یہ کل سات لطائف کہلاتے ہیں۔ ان سات لطائف پر سبق کرنے سے انسان سات سیڑھیاں اوپر چڑھ چڑھ جاتا ہے، یعنی اپنے محبوب کے قریب ہو جاتا ہے۔ ہم اس بات کو واضح کرنے کے لئے اپنے مشائخ رحمہم اللّٰہ تعالیٰ کی عبارات میں سے کچھ عبارات پڑھتے ہیں تاکہ بات بھی آپ کے دل میں بیٹھ جائے اور مشائخ رحمہم اللّٰہ تعالیٰ کی عبارات سے ہمیں برکتیں بھی حاصل ہو جائیں۔

---

[16] (سنن ابن ماجہ صفحہ ۵۲)

[17] (بوادر النوادر تھانوی، ص ۲ ۱ ۱)(بحوالہ رسائل خمسہ تالیف صاحبزادہ خیر محمد بھوروی، ص ۲۷۹ تا ۳۱۴)

لطائف پر اسمِ ذات کا ذکر کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ مکتوبات معصومیہ، دفتر دوم، مکتوب ۱۱۳ ہے، اس کو ذرا سنیے گا:

اس ذکر کا طریقہ یہ ہے کہ طالب کو چاہیئے کہ اپنی زبان کو تالو سے لگا لے اور پوری توجہ کے ساتھ قلبِ صنوبری کی طرف متوجہ ہو جائے (یعنی شیخ نے قلب پر انگلی رکھ کر اللہ اللہ کیا تھا، اس جگہ پر لطیفہ قلب ہوتا ہے، چونکہ اس کی خاص شکل ہوتی ہے تو اس کو قلب صنوبری کہہ دیا) جو کہ بائیں پہلو میں واقع ہے اور یہ قلبِ صنوبری قلبِ حقیقی کا آشیانہ ہے جو کہ عالمِ امر سے ہے اور اس کو حقیقتِ جامع بھی کہتے ہیں (ہمارا اصل قلب تو عالمِ امر کی چیز ہے، حدیث پاک میں آتا ہے کہ انسانوں کے "بین اصبعین من اصابع الرحمٰن"[18] اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں۔ اب دو انگلیوں کے درمیان دل سے مراد یہ لو تھڑا نہیں ہے۔ وہ قلب تو حقیقی قلب ہے، یہ لو تھڑا اس کا سایہ سمجھ لیجئے، اس کا ظل سمجھ لیجئے، یا اس کا آشیانہ سمجھ لیجئے۔ ہمارے سینے میں گوشت کا لو تھڑا ہے، اصل قلب اس کے اندر روح کی مانند ہے جو حقیقی چیز ہے۔) اور لفظ مبارک "اللہ" کو دل میں خیال کے طور پر گزارے اور دل کی زبان سے اس بزرگ لفظ کو دل کی صورت کا تصور کیئے بغیر کہے (یعنی دل کی صورت کا تصور نہیں کرنا کہ دل صنوبری شکل کا ہے، بس بغیر کسی ایسے دھیان کے اللہ کا ذکر کرے) اور سانس کو نہ روکے اور ذکر کہنے میں زبان کو کسی طرح کا دخل نہ دے، سانس حسب معمول آتا رہے اور لفظِ مبارک اللہ سے بے مثل ذات مراد لے اور اس کی کسی صفت کو ملحوظ نہ رکھے تاکہ ذات کی بلندی سے صفات کی پستی میں نہ آجائے اور تنزیہ سے تشبیہ کی طرف مائل نہ ہو جائے (کیا عجیب بات لکھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا اس وقت دھیان نہ کرے کیونکہ اس وقت تو ذات کا دھیان

---

18 (مسند احمد: جلد ۲، ۱۷۳۲)

ہوتا ہے اور ذات صفات سے بلند ہے، اس لئے فقط ذات کا تصور کر کے اللہ کا مبارک نام اپنے دل سے گزاریں، اس کو مراقبہ کہا جاتا ہے۔)

تو پہلے لطیفۂ قلب پر یہی سبق کرتے ہیں۔ پھر جب شیخ دوسرا سبق دے دیتا ہے تو لطیفۂ روح پر مراقبہ کرتے ہیں، پھر سر۔۔۔ پھر خفی۔۔۔ پھر اخفیٰ۔۔۔ پھر نفس اور قالبیہ۔ یہ سات لطائف ہیں ان کے ذکر کرنے کا طریقہ ایک ہی ہے، لیکن پہلے کے بعد دوسرا سبق، اسی طرح فنا اور بقا بھی پہلے کے بعد دوسرے کی، پھر تیسرے کی آتی ہے۔

اب اسی کو ایک اور بزرگ حضرت خواجہ دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے مکتوبات میں لکھا ہے۔ فرماتے ہیں کہ

"آپ نے یہ بھی پوچھا ہے کہ ذکرِ اسمِ ذات لطائف میں اپنی فکر اور توجہ سے جاری ہوتا ہے یا متواتر لطائف پر خیال رکھنے سے جاری ہوتا ہے؟ بھائی جان! مقصود بالذات ان ہر دو طریقوں سے اونچا ہے لیکن اس قدر ضرور ہے کہ ابتدائے سلوک میں ذکر اسمِ ذات ہر لطیفے کے اندر اس وقت جریان کرتا ہے کہ جب سالک کامل توجہ سے ذکر کرتا ہے۔"

یعنی پہلے تو بیٹھنا پڑتا ہے اور بہ تکلف یہ ذکر کرنا پڑتا ہے، بعد میں بے تکلف ہو جاتا ہے، سالک کو اس کی عادت ہو جاتی ہے، اس کو پھر حضور دائمی کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ سات قدم ہیں

چونکہ عالمِ امر و خلق کے سات لطائف ہیں، تو ہمارے مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اللہ رب العزت تک پہنچنے کا راستہ سات قدم ہیں چونکہ سات لطائف ہیں تو ہر لطیفہ اگر ایک قدم ہو تو کل سات قدم ہوئے۔ پھر اگلی سیر اسماء و صفات، شیونات اور ذات میں ہوتی ہے۔ یہ اس سیر سے پہلے

کے اسباق ہیں۔ ان سات قدم پر حضرت امامِ ربانی مجددالفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت ہی خوبصورت بات لکھی ہے۔ مکتوبات مجدد الف ثانی، جلد اول، مکتوب ۵۸ میں فرماتے ہیں:

میرے مخدوم! یہ راستہ جس کے طے کرنے کے ہم درپے ہیں، انسان کے سات لطیفوں کی تعداد کے مطابق کل سات قدم ہے، دو قدم عالمِ خلق ہیں جو کہ قالب یعنی بدنِ عنصری اور نفس سے تعلق رکھتے ہیں اور پانچ قدم عالمِ امر میں ہیں جو قلب، روح، سِر، خفی اور اخفیٰ کے ساتھ وابستہ ہیں، اور ان سات قدموں میں سے ہر ایک قدم میں دس ہزار پردے ہٹانے پڑتے ہیں۔ خواہ وہ پردے نورانی ہوں یا ظلمانی۔ اِنَّ لِلّٰہِ سَبْعِیْنَ اَلْفَ حِجَابٍ مِنْ نُّوْرٍ وَ ظُلْمَۃٍ "بے شک اللہ تعالیٰ کے لئے نور و ظلمات کے ستر ہزار پردے ہیں"

اب دیکھیئے! ہمارے مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ نے حدیث مبارکہ سے اس کی سند پیش کی ہے! یہ حدیثِ قدسی حضرت جبرئیل علیہ السلام سے مشکوۃ شریف میں مروی ہے، علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ایک طویل حدیث میں بیان کیاہے۔ اب بتائیں کہ محدّثین فرمارہے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے، تو حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ ستر ہزار پردے نور یا ظلمت کے ہیں ان کو ہٹانا پڑتا ہے، اب ان ستر ہزار پردوں کو ہم تو نہیں سمجھ سکتے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے ہمارے مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ کو جنہوں نے حقیقت کو سمجھنا آسان کر دیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ ایک لطیفہ میں فنا حاصل کروگے تو دس ہزار پردے ہٹیں گے، سات لطائف پر فنا نصیب ہو جائے تو یہ سارے پردے ہٹ جائیں گے، پھر تجلی ذات نصیب ہونا شروع ہو جائے گی۔

شش جہات سے خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی کیامراد تھی

بعض بزرگوں نے کہا ہے کہ قلب کی دو جہتیں ہوتی ہیں جب کہ حضرت خواجہ نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک شش جہات ہوتی ہیں یعنی چھ جہتیں ہوتی ہیں تو اب اس میں سمجھنے والی بات یہ ہے کہ پہلے مشائخ چونکہ نفس کی اصلاح کے ذریعہ سے سلوک طے کراتے تھے تو وہ فرماتے تھے کہ قلب روح اور نفس کے درمیان کی چیز ہے تولہذا قلب کی دو جہتیں ہوئیں، ایک جہت اس کی روح والی اور دوسری جہت اس کی نفس والی ہے لیکن ہمارے سلسلہ میں چونکہ سات لطائف ہیں، ایک قلب ہوا اور باقی چھ ہوئے، تو شش جہات کا مطلب یہ ہو گا کہ ہر لطیفہ کا قلب کے ساتھ ایک تعلق ہے، لہذا ہمارے مشائخ کے نزدیک قلب شش جہات ہے۔ ہر لطیفہ کے ساتھ اس کا ایک تعلق ہے۔ جتنے لطائف ہیں آخر ان کا تعلق قلب کے ساتھ بنتا ہے، اس لئے تو نبی کریم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے فرمایا کہ:

”اِنَّ فِیْ جَسَدِ بَنِیْ اٰدَمَ لَمُضْغَۃً اِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَ اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ“[19] ”بے شک بنی آدم کے جسم میں ایک لو تھڑا ہے اگر وہ بگڑ جائے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے اور وہ سنور جائ.ے تو پورا جسم سنور جاتا ہے۔“

پس حدیث کے مطابق اگر دل سنور گیا تو سارا جسم سنور گیا کہ لطائف کے سنورنے سے تو دل ہی سنورتے ہیں۔ ہمارے مشائخ کی بات کا حدیث پاک سے ثبوت بھی مل گیا۔ الحمدللہ۔

---

[19] (بخاری:رقم الحدیث ۵۲)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب مبداء و معاد (منہا:۱۲) میں لکھتے ہیں کہ:

"حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ الاقدس نے فرمایاہے کہ مشائخ میں سے ہر ایک کے آئینہ کی دو جہتیں ہوتی ہیں لیکن میرے آئینے کی (یعنی قلب کی) چھ جہتیں ہیں۔ یقیناً آج تک اس بزرگ خاندان کے کسی خلیفہ نے بھی اس کلمۂ قدسیہ کی کوئی تشریح بیان نہیں کی، بلکہ اشارہ اور کنایہ میں بھی کسی نے اس بارے میں کوئی بات نہیں کہی۔ اس حقیر اور کم مایہ کو کیا حق پہنچتاہے کہ وہ اسکی شرح و بیان میں لب کشائی کرے اور اس کی توضیح میں زبان کھولے لیکن چونکہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے اس معمہ کاراز اس حقیر پر کھول دیاہے اور اس کی حقیقت کو جیسا کہ چاہیئے واضح فرما دیاہے لہٰذا دل میں آیا کہ اس چھپے ہوئے نایاب موتی کو بیان کی انگلیوں سے تحریر کی لکیر میں پرودوں اور ترجمانی کی زبان سے معرضِ تقریر میں لے آؤں۔ استخارہ کرنے کے بعد اس بارے میں تحریر کیا جاتاہے اور خدائے تعالیٰ سے استدعاء کرتاہوں کہ وہ غلطی سے محفوظ رکھے اور بیان کی توفیق عطاء فرمائے۔" (آمین)

آگے فرماتے ہیں کہ:

"جاننا چاہیئے کہ آئینہ سے مراد عارف کا قلب ہے جو روح اور نفس کے درمیان ایک برزخ ہے۔ (جیسے پہلے مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ نے کہا کہ دل درمیان میں ہے، ایک طرف روح اور دوسری طرف نفس ہے) اور بزرگوں نے آئینے کی دونوں جہتوں سے اس کی روح والی جہت اور نفس والی جہت مراد لی ہے۔ لہٰذا مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ کو جب مقامِ قلب پر رسائی ہوتی ہے تو اس کی دونوں جہتیں ان پر منکشف ہو جاتی ہیں۔"

برخلاف اس طریقہ کے جس میں حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ خصوصی امتیاز رکھتے ہیں، اور اس مقام میں چونکہ انتہاء ابتداء میں مندرج ہوتی ہے، لہٰذا اس طریقہ میں آئینۂ قلب کی چھ جہتیں نمایاں ہو جاتی ہیں اور اس کی تشریح یہ ہے کہ کارکنانِ قضاو قدر نے اکابرینِ طریقۂ عالیہ پر یہ بات منکشف فرمائی ہے کہ چھ لطائف میں سے جو کچھ افرادِ انسانی کے مجموعے میں موجود اور ثابت ہے، وہ سب تنہا قلب کے اندر بھی متحقق ہے کیونکہ چھ جہتوں سے مراد یہ چھ لطیفے لئے گئے ہیں۔

ہر لطیفہ کی ظاہری صورت بھی ہے اور باطنی حقیقت بھی

شیخ سالک کے جسم میں متعین جگہ پر انگلی رکھ کر ہر لطیفہ کو جاری کرتا ہے، وہ اس کی ظاہر کی جگہ ہے لیکن عالمِ امر میں بھی اس کی جگہ ہے تو گویا ہر لطیفہ کا ظاہر بھی ہوا اور اس کا باطن بھی ہوا۔ مکتوبات مجددیہ، دفتر دوم، مکتوب ۹۳ میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "بلکہ عالمِ خلق اور عالمِ امر کے لطیفوں میں سے ہر ایک لطیفے کی ظاہری صورت بھی ہے اور باطنی حقیقت بھی۔ جس طرح عنصرِ خاک ظاہر بھی رکھتا ہے اور باطن بھی، اسی طرح اخفیٰ ظاہر بھی رکھتا ہے اور باطن بھی، اور یہ باطن جو کہ عالمِ خلق اور عالمِ امر سے تعلق رکھتا ہے روز بروز اعمالِ صالحہ کے توسل سے بلکہ محض خداوند جل سلطانہ کی بخشش سے اس باطن سے جو کہ اسمِ قیوم کے ساتھ وابستہ ہے، آہستہ آہستہ ملحق ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس باطن کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا اور سوائے ظاہرِ صرف کے جو کچھ بھی ہے پوشیدہ ہو جاتا ہے۔"

یعنی سالک کا باطن اللہ رب العزت کے اسم القیوم کے ساتھ متعلق ہو جاتا ہے، چونکہ القیوم نے ہی تو پوری دنیا کو اپنی جگہ پر تھاما ہوا ہے۔ پس باطن کا تعلق وہاں عالمِ امر میں جڑ جاتا ہے مگر ظاہر یہاں عالمِ خلق میں موجود ہوتا ہے۔

عالمِ خلق اور عالمِ امر کے لطائف کا تعلق

عالمِ خلق کے لطائف کے ساتھ عالمِ امر کے لطائف کا تعلق ہے۔ وہ ایسے کہ عالم امر کے پانچ لطائف ہیں، لیکن عالمِ خلق کے دو لطائف ہیں، لیکن قالبیہ چار عناصر (آگ، ہوا، پانی اور مٹی) کا مجموعہ ہے۔ اگر ہر ہر عنصر کو الگ الگ کر دیں تو نفس کے ساتھ ملا کر وہ بھی پانچ ہو جاتے ہیں لہٰذا پانچ عالمِ امر کے لطائف اور پانچ عالمِ خلق کے لطائف ہیں، اور ان کا آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ تعلق ہے۔ وہ اس طرح کہ:

---قلب کا تعلق انسان کے نفس کے ساتھ ہے۔

---روح کا تعلق ہوا کے ساتھ ہے۔

---سِر کا تعلق پانی کے ساتھ ہے۔

---خفی کا تعلق آگ کے ساتھ ہے۔

---اور اخفیٰ کا تعلق خاک کے ساتھ ہے۔

مکتوباتِ معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۴ میں حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"عالمِ خلق کے یہ لطائفِ خمسہ عالمِ امر کے لطائفِ خمسہ کی اصل ہیں۔ لطیفۂ نفس کا معاملہ لطیفۂ قلب کے معاملے کی اصل ہے اور لطیفۂ آب (پانی) کا معاملہ لطیفۂ سِر کے معاملے کی اصل ہے، اور لطیفۂ نار (آگ) کا معاملہ لطیفۂ خفی کے معاملے کی اصل ہے، اور لطیفۂ خاک (مٹی) کا معاملہ لطیفۂ اخفیٰ کے معاملے کی اصل ہے۔"

لطائف کے مختلف رنگ

آگے مکتوبات معصومیہ، دفتر دوم مکتوب ۵۳ میں حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"صوفیہ کے قول پر قلب کا نور زرد اور روح کا سرخ اور سِر کا نور سفید اور خفی کا نور سیاہ اور اخفیٰ کا سبز ہے۔"

اصل بات تو یہ ہے کہ انوارات کے رنگوں کے پیچھے نہیں پڑنا چاہیئے کہ کونسا رنگ ہے۔ ہمیں رنگوں سے کیا واسطہ؟ مقصود تو فائدہ ہے، رنگ چاہے جو بھی ہو لیکن یہ رنگ کیوں ہوتے ہیں؟ ان کی مثال روشنی کے سات رنگوں کی سی ہے۔ الگ الگ کرنوں سے روشنی کے سات رنگ بنتے ہیں، پھر یہ سب مل کے روشنی کہلاتے ہیں اور یہ وہ روشنی ہے جسے ہم دیکھتے ہیں۔

اسی طرح ہر لطیفے کے اوپر الگ رنگ کا نور اترتا ہے:

---لطیفۂ قلب کے اوپر جو نور اترتا ہے، اس کا رنگ زرد ہے۔

---لطیفہ روح کے اوپر جو نور اترتا ہے، اس کا رنگ سرخ ہے۔

---لطیفہ سِر پر جو نور اترتا ہے، اس کا رنگ سفید ہے۔

---لطیفہ خفی پر جو نور اترتا ہے، اس کا رنگ سیاہ ہے۔

---لطیفہ اخفیٰ پر جو نور اترتا ہے، اس کا رنگ سبز ہے۔

یہ مختلف انوار مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ نے کشف کی نظر سے دیکھے اور انہوں نے ان کو قلمبند کیا۔ کسی کو نظر آئے تو بھی ٹھیک ہے، کچھ بھی نظر نہ آئے تو بھی ٹھیک ہے، اتنا کافی ہے کہ نور لطیفے کے اوپر اتر جائے۔

یاذکرِ قلبی افضل ہے یاخوارق وکرامات؟

آگے مکتوبات معصومیہ دفتر اوّل مکتوب ۵۰ میں ایک بہت ہی پیاری بحث فرمائی ہے کہ کیاذکرِ قلبی خوارق وکرامات سے افضل ہے؟فرماتے ہیں کہ:

''حضرت شیخ الشیوخ (شہاب الدین سہروردی قدس سرہ)''عوارف المعارف'' میں خوارق و کرامات کے ذکر کے بعد فرماتے ہیں کہ:''ان سب خوارق کا مرتبہ قلب کو ذکر کے ساتھ آراستہ کرنے اور ذکرِ ذات کے وجود کے مرتبہ سے بہت نیچے ہے۔''

جو عام مادی قسم کی کرامات صادر ہوتی ہے، ان کی تو شریعت کی نظر میں کوئی حقیقت ہی نہیں ہے۔ ایسے خوارقِ عادات تو جادو گروں سے بھی صادر ہو جاتے ہیں، ہندوؤں کو بھی یہ چیز حاصل ہو جاتی ہے۔ خوارقِ عادات کا ظاہر ہونا کوئی انوکھی چیز نہیں ہے، لیکن قلب کازندہ ہوجانا یہ انوکھی بات ہے۔ یہ فقط اللہ والے ہی کرسکتے ہیں اور اس میں دل کے نور کو دخل ہے، لہٰذا قلب کا جاری ہوجانا باقی تمام کرامتوں سے بڑی کرامت ہے۔ حضرت خواجہ فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خادم تھا، صاحبِ نسبت بھی تھا اور عاشقِ صادق بھی تھا۔ وہ ایک مرتبہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کو ملنے کے لئے مسکین پور جارہا تھا۔ وہ ملتان شہر کے ریلوے اسٹیشن پر پہنچا کہ گاڑی کے ذریعے سے سفر طے کروں گا، لیکن پتہ چلا کہ گاڑی تو چلی گئی۔ اب وہ پریشان کھڑا تھا، ایک اور شخص بھی ساتھ تھا۔ اتنے میں ریلوے لائن پر ایک ٹھیلہ آیا جو ریلوے لائن کی مرمت کرنے والے لوگ ہوتے ہیں، ان کے پاس اپنا انجن ہوتا ہے اور اس کے ساتھ انہوں نے ٹھیلہ لگایا ہوتا ہے، اور وہ چل کے راستے میں دیکھ رہے ہوتے ہیں کہ کہاں لائن ٹھیک ہے اور کہاں مرمت کی ضرورت ہے۔ اب اس نے اس اسٹیشن پر آگے جانا تھا تو وہ دونوں ساتھی انجن والے کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ بھئی! آپ ہمیں بھی ساتھ

لے جائیں۔ اس نے کہا کہ میں آپ کو کیسے لے جاؤں؟ میں تو سواری کو نہیں لے جا سکتا۔ یہ خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد جب وہ انجن چلانے والا ڈرائیور انجن کو چلاتا ہے تو انجن چلتا نہیں۔ کافی دیر کوشش کے باوجود انجن چلنے کا نام نہیں لیتا تھا۔ اتنے میں اس ڈرائیور کو خیال آیا کہ یہ جو شخص پلیٹ فارم پر کھڑا ہے اس سے ہی دعا کروالی جائے۔ تو ڈرائیور نے اس سے کہا کہ آپ دعا کریں یہ انجن چل جائے تو میں آپ کو ساتھ لے جاؤں گا۔ جب اس نے یہ کہا تو وہ عاشق صادق انجن کے قریب گئے اور زور سے "اللہ" کے نام کی ضرب لگائی: "اللہ۔۔۔ اللہ۔۔۔ اللہ"، تین دفعہ انہوں نے انجن پر توجہ ڈالی اور پھر جب ڈرائیور نے چلایا تو انجن چل پڑا۔ پھر یہ بھی وہاں بیٹھ گئے اور منزل پر پہنچ گئے۔ جب حضرت خواجہ فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ کو دوسرے صاحب نے کارگزاری کے طور پہ سنایا کہ حضرت راستہ میں یہ واقعہ پیش آیا اور یہ جو ہمارے ساتھی ہیں انہوں نے انجن کو توجہ دی تو وہ چل پڑا، تب ہم یہاں پہنچے۔ ان کی بات سن کر خواجہ فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے پہ ناراضگی کے آثار ظاہر ہوئے۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص سے کہا کہ ہم نے تمہیں جو نعمت دی تھی یہ دلوں کو زندہ کرنے کے لئے تھی، تم نے اس کو مادہ کے اوپر کیوں استعمال کیا؟

سبحان اللہ! اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قلب کا جاری ہونا باقی تمام کرامات سے بڑی کرامت اور نعمت ہے۔

لطائف کے اصول میں سیر

عالمِ امر کے پانچ لطائف ہیں، جبکہ ان کے اصول عالمِ خلق میں ہیں۔ جب سیر ہوتی ہے تو اپنے اصول میں سیر ہوتی ہے۔

مکتوبات مجددیہ دفتر اول، مکتوب ۲۵۷ میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"میرے سیادت پناہ! وہ طریقہ جو ہم نے اختیار کیا ہے، اس کی سیر کی ابتدا "قلب" سے ہے جو کہ "عالمِ امر" سے ہے اور قلب کی سیر سے گزر کر مراتبِ روح ہیں جو اس سے اوپر ہیں اور روح سے گزرنے کے بعد معاملہ سِر کے ساتھ ہے جو اس سے اوپر ہے اور اسی طرح خفی واخفٰی کا حال ہے۔ ان لطائفِ پنجگانہ کی منزلوں کو طے کرنے کے بعد اور ان میں سے ہر ایک کے متعلق علیحدہ علیحدہ علوم ومعارف حاصل کرنے کے بعد اور ان احوال ومواجید کے ساتھ جو ان پنجگانہ لطائف میں سے ہر ایک کے ساتھ مخصوص ہیں، ان کے متحقق ہونے کے بعد ان پنجگانہ کے اصول میں جو عالمِ کبیر میں ہے، سیر واقع ہوتی ہے، کیونکہ جو کچھ بھی عالمِ صغیر میں ہے، اس کی اصل عالمِ کبیر میں موجود ہے۔"

عالمِ صغیر سے مراد انسان ہے اور عالمِ کبیر سے مراد یہ پوری کائنات ہے۔ عالمِ صغیر میں عالمِ امر کے پانچ لطائف ہیں، جو ہمارے سینے میں ہیں اور ان کی اصل ہوا، پانی، آگ اور مٹی، وہ باہر کی کائنات یعنی عالمِ کبیر میں ہیں۔ اس لئے فرمایا کہ عالمِ صغیر کی سیر پہلے ہوتی ہے، پھر اس کے بعد عالمِ کبیر کی سیر ہوتی ہے۔

جدید سائنس اور لطیفۂ نفس اور قالبیہ

سات لطائف میں آخری لطیفہ سلطان الاذکار کہلاتا ہے اور اس کا اصل نام لطیفۂ قالبیہ ہے۔ قالب پورے جسم کو کہتے ہیں یعنی اس سبق پر انسان کا پورا جسم ذکر کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اس کا مقام ہمارے مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ نے وسطِ سر یعنی سر کے درمیان متعین کیا ہے۔ اللہ کی شان کہ ہمارے مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ نے کشف کی نظر سے دیکھ کر لطیفۂ نفس کا مقام پیشانی میں رکھا ہے اور اب دماغ

کے اوپر ماڈرن ریسرچ میں یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ انسان کے دماغ کا جو حصہ پیشانی کی طرف ہے، انسان کے تکبر، عجب کا سارا معاملہ اسی جگہ سے وابستہ ہے۔ غور کیجئے کہ سائنس کی دنیا چودہ سو سال کے بعد تجربات کے ذریعہ اس جگہ کو پہچان رہی ہے، اور ہمارے مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ نے آج سے ڈیڑھ ہزار سال سے پہلے کشف کی نظر سے پہچان لیا تھا کہ انسان کے اندر عجب و تکبر کا مبداء سب کا سب پیشانی کے اندر ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ چونکہ لطیفۂ نفس پیشانی میں ہے اور نفس کو ہی توجھکانا تھا، اس لئے فرمایا کہ بندہ میرے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب اپنے سر کو اس نے زمین پر ٹکایا ہوتا ہے، یعنی نفس کو پامال کیا ہوتا ہے۔ بندہ نفس کو پامال کرنے کی انتہاء کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اٹھانے کی انتہاء فرماتا ہے۔ فرمایا:

”اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِ“[20]

’نماز مؤمن کی معراج ہے۔“

سائنس نے ایک چیز اور بھی بتائی کہ انسان کے دماغ میں جسم سے جتنے مختلف پیغام آتے ہیں، ان کی دائیں طرف کی تاریں (نسیں) بائیں طرف جاتی ہیں، اور بائیں طرف کی دائیں طرف آتی ہیں لیکن سر کے درمیان میں وہ تاریں ایک جگہ پر اکٹھی ہو جاتی ہیں۔ یہ بھی اللہ کی شان ہے کہ انسان کے دائیں اعضاء کو دماغ کا بایاں حصہ کنٹرول کرتا ہے اور بائیں اعضاء کو دماغ کا دایاں حصہ کنٹرول کرتا ہے تو یہ ساری کی ساری تاریں درمیان میں ایک جگہ اکٹھی ہوتی ہیں اور اسی کو ہمارے مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ نے لطیفۂ قالبیہ کہا ہے۔ آج سائنس کی دنیا اس کو ثابت کر رہی ہے، جبکہ ہمارے مشائخ

---

20 (النیسابوری فی تفسیرہ والسیوطی فی شرح ابن ماجہ)

رحمہم اللہ تعالیٰ نے کشف کی نظر سے بلکہ اللہ کے فضل سے اور توفیق سے اس کو پہلے دیکھ لیا تھا کہ پورے جسم کے کنٹرول کا مرکز وسطِ سر ہے۔

دیگر سلاسل کے مشائخ نے بھی لطائف کی تصدیق کی

چنانچہ مشائخ "لطیفہ قالبیہ" کے سبق کی نشاندہی سر کے وسط میں انگلی رکھ کر کرتے ہیں اور جب یہ لطیفہ جاری ہو جاتا ہے تو پورا جسم ذکر کرتا ہے۔

"وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ" (بنی اسرائیل: ۴۴)

"اور ایسی کوئی چیز نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان نہ کرتی ہو لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔"

وکوئی بھی چیز ہے، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی ہے۔ جب انسان اپنے اوپر محنت کرتا ہے تو اس کا بھی جسم ذکر کرنا شروع کر دیتا ہے، اللہ اکبر کبیرا! جب یہ ذکر ملتا ہے تو انسان کے روئیں روئیں سے اور انگ انگ سے اللہ اللہ اللہ کی آواز آئے صدا آئے۔ یہ بات ہی عجیب ہوتی ہے۔ اس لئے اس کو سلطان الاذکار کہا گیا یعنی باقی اذکار کا بھی یہ سردار بن جاتا ہے کہ پورا جسم ہی ذکر کر رہا ہے، سبحان اللہ! سالک سراپا ذکر بن جاتا ہے۔ سبحان اللہ! پنجابی میں کہتے ہیں:

رانجا رانجا کر دیاں میں آپ وی رانجن ہوئی

یہ وہی بات ہے کہ اللہ اللہ کرتے کرتے پورا جسم اللہ اللہ کرنے لگ جاتا ہے، سبحان اللہ! ایک زبان سے ہی ذکر نہیں ہوتا بلکہ پورے جسم کا انگ انگ اللہ اللہ کرتا ہے اور یہ وہ کیفیت ہوتی ہے کہ جس میں بندہ کے اوپر استغراق کی کیفیت آجاتی ہے، ایک بے خودی کی کیفیت ہوتی ہے۔

یہ نعمتیں صرف نقشبندی سلوک کے بزرگوں کو ہی نہیں، بلکہ جتنے مشائخِ سلاسل ہیں ان سب کو نصیب ہوتی ہیں۔ چنانچہ سلسلۂ عالیہ چشتیہ کے ایک بزرگ حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ

علیہ کے حالات کے بارے میں مکتوبات معصومیہ، دفتر سوم، مکتوب ۲۳۱ میں لکھا ہے، حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا تھا کہ ”ایک روز حضرت عالی (مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) کے حقائق و معارف کا ذکر ہو رہا تھا، سلطانِ ذکر کے بارے میں بات چلی تو صدرِ مجلس نے سوال کیا کہ اب تک اس نام کے ساتھ کوئی ذکر سنا نہیں گیا ہے اور کتابوں میں بھی نظر سے نہیں گزرا، کیا یہ بات اولیائے سابقین رحمہم اللہ تعالیٰ کی ہے یا ان کی کوئی حالت ہے۔“میرے مخدوم! سلطانِ ذکر ہمارے طریقے میں مشہور و معروف اور عام ہے اور ہم اس کو اپنے مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ سے سنتے آئے ہیں، ہماری اختراع نہیں ہے، جو کچھ بھی ہے بزرگوں کی طرف سے ہے۔ (قطبِ عالم) حضرت شیخ عبد القدوس (گنگوہی قدس سرہ) جو کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کے قریبی زمانے میں ہندوستان کے اکابر مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے گزرے ہیں، آخر عمر میں ان پر استغراق و بے خودی غالب آگئی تھی، چنانچہ اکثر اوقات استغراق میں رہتے تھے۔ نماز کے اوقات میں ان کو بلند آواز سے بیدار کیا جاتا تھا، (آگے پیچھے بے خودی اور جب الصلوۃ! الصلوۃ! کہتے تو ہوش میں آجاتے اور کھڑے ہو کے نماز پڑھتے اور نماز کے بعد پھر وہی بے خودی)۔ لوگوں نے ان سے اس کا راز دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے دل کو ذکر سے بہت کوٹا ہے، اس لئے سلطانِ ذکر ہر وقت غالب رہتا ہے اور مجھ کو اپنے آپ سے بے خود کر دیتا ہے۔ (یعنی میرے اوپر اتنا غالب رہتا ہے کہ مجھ کو مجھ سے چھین لیتا ہے، اللہ!)

لطائف کی حکومت اور احوال کا پیش آنا

ایک یہ بھی کیفیت ہے کہ بسا اوقات سالک کے اوپر تھوڑے وقت کے لئے کچھ کیفیات آتی ہیں، پھر و غائب ہو جاتی ہیں، مستقل نہیں رہتیں۔ مبداء و معاد (مہنا: ۱۵) میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تشریح فرماتے ہیں کہ مختلف لطائف ہیں اور ان کی فنا چلتی ہے تو کبھی انسان پر کوئی کیفیت آتی ہے، کبھی کوئی کیفیت آتی ہے۔ اس لئے وہ کیفیت جس لطیفہ کے فنا کی ہوتی ہے، سب میں وہی رنگ آجاتا ہے۔ باقی لطائف میں بھی وہی کیفیات کچھ وقت کے لئے آجاتی ہیں مگر اس کے بعد پھر وہ اگلے لطیفہ کی فنا ملنے کی وجہ سے بدل جاتی ہے۔ اس لئے کیفیتیں آتی ہیں اور زائل ہو جاتی ہیں۔

فرماتے ہیں کہ:

"ہر آدمی کے سات لطیفے ہوتے ہیں اور ہر لطیفہ کی حکومت اور غلبہ کی مدت جداگانہ ہوتی ہے۔ پھر اگر وارد ہونے والی حالت ان میں سے لطیف ترین پر وارد ہوتی ہے اور کوئی قوی حالت اس پر نزول کرتی ہے تو سالک کی مجموعی کیفیت (کلیت) اسی لطیفہ کے رنگ میں رنگ جاتی ہے اور وہی حالت تمام لطیفوں میں سرایت کر جاتی ہے اور جتنے عرصے تک اس لطیفہ کا غلبہ قائم رہتا ہے، یہی حالت باقی رہتی ہے اور جب اس لطیفہ کا غلبہ ختم ہو جاتا ہے تو وہ حالت بھی زائل ہو جاتی ہے۔"

لطائف خمسہ کا لطیفۂ نفس سے متحد ہونا

حضرت شیخ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جن کو علامہ اشرف علی تھانوی دیوبندی نے تیرھویں صدی کا مجدد لکھا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان سے اور ان کے خلفاء سے بہت کام لیا۔ ان کے خلفاء کرام مختلف ریاستوں میں چلے گئے تھے اور جو ریاستوں کے نواب تھے، ان کے اوپر محنت کر کے انہوں

نے ان سے دین کو قائم کروایااور اس زمانے میں دین کو زندہ کیا،اس لئے ان کو تیرھویں صدی کا مجدد کہا جاتا ہے۔ ان کے ملفوظات در المعارف (بروز منگل ۱۰ جمادی الاولی ۱۲۳۱ھ) میں ان کے خلیفہ رؤوف احمد رافت مجددی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"لطائف کے ایک ہونے سے مراد ہے، ہر لطیفے کی سیر مکمل ہونا۔ ہر ایک لطیفہ اپنے بعد کے لطیفہ سے اتحاد کرتا ہے، یعنی لطیفہ قلبی کی انتہا لطیفہ روح کی ابتداء سے جڑی ہوئی ہے، اسی طرح باقی کو لطائف کی ترتیب کے لحاظ سے قیاس کرو۔ پس جو سالک ایک لطیفہ کو مکمل کرتا ہے، وہ دوسرے میں قدم رکھتا ہے اور اس کی سیر کو شروع کرتا ہے۔"

یعنی قلب جب جاری ہو جاتا ہے، اس کی جو انتہاء ہے وہ لطیفۂ روح کی ابتداء سے جڑی ہوئی ہے، پھر روح شروع ہو جاتا ہے پھر روح میں ترقی ہوتی ہے تو وہ پھر سر کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔۔۔ پھر وہ خفی کے ساتھ۔۔ پھر وہ اخفیٰ کے ساتھ۔۔۔ اور وہ نفس کے ساتھ۔ تو گویا یہ پانچوں لطائف بالآخر نفس کے ساتھ متحد ہو جاتے ہیں۔ یعنی ایک سبق مکمل ہوا تو اگلے کی سیر شروع ہو گئی۔

لطیفہ قلب کی سیر "توحیدِ وجودی"، لطیفہ نفس کی سیر "توحیدی شہودی" ہے۔

شاہ غلام دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۵ شعبان ۱۲۳۱ھ) فرماتے ہیں کہ:"توحیدِ وجودی حالات کے آغاز میں ظاہر ہوتی ہے، یعنی لطیفۂ قلب کی سیر میں، اور توحیدِ شہودی لطیفہ نفس کی سیر میں۔"

یہ ایک بڑی گہری سی بات ہے مگر اتنا ہی بتانا کافی ہے کہ چونکہ پہلے لطیفۂ قلب میں مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ کو بہت کمال حاصل ہوتا تھا تو ان پر ایسی کیفیت ہوتی تھی کہ ان کو ہر طرف اللہ ہی کی نشانیاں نظر آتی تھیں حتیٰ کہ درخت کے پتوں سے ان کو ذکر سنائی دیتا تھا، اللہ کا نام ہر جگہ لکھا نظر آتا تھا۔

میر درد کا شعر ہے:

جگ میں آ کر اِدھر اُدھر دیکھا

تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا

تو اس کو انہوں نے ''توحیدِ وجودی'' کہہ دیا لیکن حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ جو کہتے ہیں: ''ہمہ اوست'' کہ سب وہی ہے، یہ ٹھیک نہیں ہے۔ اصل ہے: ''ہمہ از اوست''، کہ سب اسی سے ہے۔ جس چیز کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں وہ خدا نہیں ہے یہ تو مخلوق ہے۔ اس کا نام انہوں نے ''توحیدِ شہودی'' لیا تو اس کی تفصیل میں وہ کہتے ہیں کہ جب لطیفۂ قلب کی فنا کی تکمیل ہوتی ہے تو ''توحیدِ وجودی'' کی کیفیت بندے پر آتی ہے، لیکن جب اس کو لطیفۂ نفس کی انتہاء اور فنا مل جاتی ہے، تو پھر اس کے اندر ''توحیدِ شہودی'' کی کیفیت آ جاتی ہے اور حقیقت اس پر کھل جاتی ہے۔

کون سا لطیفہ فنا اور بقا سے متحقق ہوتا ہے

فنا اور باقا ہر لطیفہ میں ہوتی ہے لیکن ان تمام لطائف میں زیادہ اہمیت لطیفۂ قلب کی ہے اور قلب کی اصل لطیفۂ نفس ہے تو اصل میں فنائیں دو ہی ہیں: لطیفۂ قلب کی فنا اور لطیفۂ نفس کی فنا۔ قلب کی فنا پہ انسان کو ولایتِ صغریٰ ملتی ہے اور لطیفۂ نفس کی فنا پر انسان کو ولایتِ کبریٰ ملتی ہے مگر چونکہ قلب نفس کے ساتھ متعلق ہے، اس لئے کہتے ہیں کہ اصلِ فنا تو لطیفۂ نفس ہی کی ہے یعنی اصل تو نفس کو ہی مارنا ہے۔ ہمارے مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ:

بڑے موذی کو مارا، نفس امارہ کو گر مارا

اصل مقصود تو یہی ہے کہ نفسِ امارہ مطمئنہ بن جائے، تو وہ اس طرح ہے کہ لطیفۂ قلب کی فنا ابتداء میں ملتی ہے اور لطیفۂ نفس کی فنا انتہا میں ملتی ہے، لیکن نفس قلب کے ساتھ چونکہ متعلق ہے،

اس لئے کہتے ہیں کہ اصل فنا لطیفۂ نفس کی فنا ہے۔ اس بارے میں امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات مجددیہ دفتر سوم مکتوب ۵۳ میں فرماتے ہیں:

"اگر کہا جائے کہ باطن کے لطائف بکثرت ہیں، کیا وہ سب کے سب فنا و بقا کے ساتھ متحقق ہوتے ہیں یا بعض، پھر وہ بعض کون سے ہیں؟ ہم کہتے ہیں کہ وہ لطیفہ جو ان سے متحقق ہوتا ہے وہ لطیفۂ نفس ہے جو اصل میں انسان کی حقیقت ہے جس کی طرف قول "انا" سے اشارہ کیا جاتا ہے۔ پس یہی ابتداء میں برائی کی طرف بلانے والا اور آخر میں مطمئنہ ہو جاتا ہے، ابتدا میں وہ حق جل شانہ کی دشمنی پر قائم ہوتا ہے اور انتہاء میں حق تعالیٰ سے راضی و مرضی ہو جاتا ہے، اور یہی بروں میں سب سے برا اور نیکوں میں سب سے زیادہ نیک ہے، اس کی شرارت ابلیس کی شرارت پر سبقت لے گئی اور اس کی نیکی اہلِ تسبیح و تقدیس (ملائکہ) کی نیکی سے بھی بڑھ گئی ہے۔"

سبحان اللہ! بگڑ جائے تو شیطان سے برا اور سنور جائے تو فرشتوں سے بھی اونچا۔ **اللہ اکبر کبیرا!**

نفس عالمِ امر کا سردار ہو جاتا ہے

مکتوبات معصومیہ، دفتر دوم، مکتوب ۹۷ میں ایک عبارت لکھی ہے، بہت دلچسپ ہے:

"نفس جب اوصافِ رذیلہ سے پاک ہو جاتا ہے، تو ہمسری اور انانیت کے دعویٰ سے بری اور تائب ہو جاتا ہے اور مطمئنہ و مقبول ہو جاتا ہے اور آیت کریمہ "رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا" (النساء: ۷۵) (اے ہمارے رب! ہمیں اس ظالموں کی بستی سے نکال دے) کے مقتضا کے مطابق اپنی جگہ چھوڑ دیتا ہے اور گناہوں کی زمین سے ہجرت کر جاتا ہے، خِيَارُكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُكُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقُهُوْا۔[21] (تم میں سے جو لوگ جاہلیت میں بہتر ہیں وہ اسلام میں بھی بہتر

---

[21] (بخاری: ۳۴۹۲)

ہیں جب کہ انہوں نے (دین کو) سمجھ لیا ہو") کے مطابق عالمِ امر کے لطائف کا سردار ہو جاتا ہے اور تختِ صدر پر قرار پکڑ کر تسلط قائم کر لیتا ہے، جب اپنی ہستی و انانیت سے غربت و نیستی میں آیا اور خواہشات و تعلقات سے خالی و یکسو ہو گیا اور ان چیزوں کو ان کے اہل کے سپرد کر دیا اور موت و عدم ہونے کے ساتھ موافقت کر لی تو حق تعالیٰ نے اس کو اس عزت کے ساتھ نوازا اور خلعتِ سلطنت کے ساتھ مشرف فرمایا۔ "فَانْظُرْ اِلٰی اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَیْفَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا" (الروم: ۵۰) (پس تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی نشانیوں کی طرف دیکھ کہ وہ زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد کس طرح زندہ کرتا ہے) اس وقت اوصافِ ذمیمہ و اخلاقِ سیئہ کی بجائے اوصافِ حمیدہ و اخلاقِ حسنہ اس کو عطا ہو جاتے ہیں کہ اس سے نیکی کے سوا اور کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی اور وہ حق کی طرف بلاتا ہے۔ "فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَّ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا" (الفرقان: ۷۰) (وہ لوگ ہیں جن کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے اور رحم کرنے والا ہے۔)

اب تک ہم یہی سمجھتے رہے کہ صرف گناہ نیکیوں میں بدلتے ہیں، حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پھر نفس جیسے گناہگار کو اچھا بنا کر نیکیوں کا سردار بنا دیتا ہے۔ سبحان اللہ

نماز کے دوران لطائف کا حال

دستور یہ ہے کہ نماز کے دوران انسان ذکر کی طرف متوجہ نہ ہو بلکہ ذات کی طرف متوجہ ہو چونکہ ذکر نیچے کا درجہ ہے اور وہ غائب کے لئے کیا جاتا ہے لیکن مشاہدہ حاضر کا ہوتا ہے، اور نماز میں تو مشاہدہ کی کیفیت ہوتی ہے، اس لئے ذکر کے بجائے ذات کی طرف دھیان کی کیفیت ہو لیکن اس میں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے ایک عجیب بات لکھی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ وہ مشائخ جن کے ذمہ فنا

اور بقا کا کام مکمل ہو کر لوگوں کی رشد و ہدایت کا کام ہو تا ہے، ان کی جتنی بلندی ہوتی ہے یعنی عروج ہو تا ہے، ان کا اس کے بعد نزول بھی سب سے زیادہ کامل ہو تا ہے۔ اتنا نزول ہو جاتا ہے کہ عام بندہ محسوس بھی نہیں کر سکتا کہ یہ عام بندہ ہے یا کوئی خاص اور اس پر وہ دلیل دیتے ہیں کہ نبی کریم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا عروج سب سے زیادہ تھا اور آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کا نزول بھی کائنات میں سب سے کامل تھا، اس لئے تو کافر کہتے ہیں:

"مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ" (الفرقان:۷)

"یہ کیسے رسول ہیں؟ کھانا کھاتے ہیں اور راستوں میں چلتے ہیں"

ان کو نبی کریم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی زندگی بالکل عام نظر آتی تھی، وہ فرماتے ہیں کہ اصل میں بلندی یہ ہوتی ہے کہ ظاہر بالکل عالمِ اسباب کے مطابق ہو مگر باطن ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ جڑا ہو تو وہ کافر لوگ یہ نہیں سمجھتے تھے، وہ تو ظاہر بین لوگ تھے، وہ صرف ظاہر کو دیکھتے تھے۔ اس لئے باہر سے جو لوگ آتے تھے ان کو پوچھنا پڑتا تھا:

مَنْ مِنْكُمْ مُحَمَّد صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم؟

(آپ میں سے اللہ کے رسول صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کون ہیں؟)

اتنی ظاہر کی زندگی عام زندگی تھی۔ اس کی وجہ کیا تھی کہ جتنا عروج کامل تھا اتنا ہی نزول کامل تھا۔ اب وہ فرماتے ہیں جب اتنا نزول کامل ہو تو پھر ایسے بندہ کی نماز کے وقت توجہ الی اللہ کیسے ہو گی؟

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مبداء و معاد (منہا۸) میں فرماتے ہیں:

"نماز ادا کرتے وقت جو کہ مؤمن کی معراج ہوتی ہے، صاحبِ رجوع کے لطائف کی توجہ بارگاہِ جل سلطانہ کی طرف رہتی ہے، نماز کے فارغ ہونے کے بعد وہ پھر اپنی پوری ذات کے ساتھ مخلوق کی

طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ البتہ فرائض اور سنتوں کو ادا کرتے وقت چھ کے چھ لطائف (عالم امر و نفس) بارگاہِ قدس کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور نوافل کو ادا کرتے وقت ان لطائف میں سے صرف وہی لطیفہ متوجہ رہتا ہے جو ان سب میں لطیف تر ہوتا ہے۔"

سب کے سب لطائف کی پرواز اونچی ہو جاتی ہے۔ اس لئے ان مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ کے اوپر نماز کے اندر ایک کیفیت ہوتی ہے جیسے کہ تحریمہ سے پہلے کوئی اور جہاں تھا اور تحریمہ کے بعد کوئی دوسرا جہاں آتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ نفل میں یہ کیفیت نہیں ہوتی۔ نفل میں صرف ایک لطیفہ کو عروج ملتا ہے اور اس لطیفہ کو لطیفہ قلب کہتے ہیں مگر ایک لطیفہ کا تو رہتا ہی ہے۔

اس لئے نبی کریم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم فرمایا کرتے تھے:

قُرَّۃُ عَیۡنِیۡ فِی الصَّلٰوۃِ۔[22]

"میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔"

چونکہ اللہ کے حبیب صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم رشد و ہدایت کا کام کرتے تھے، مگر آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم فرماتے ہیں کہ رشد و ہدایت کا کام تو اللہ کا حکم ہے، مگر اللہ سے محبت والا بھی معاملہ ہے، اور وہ مشاہدہ ہے۔ تو فرماتے ہیں کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک تو نماز میں ہے کہ میرے محبوبِ حقیقی کا مشاہدہ نصیب ہوتا ہے۔

نماز میں لطائف کی پرواز سے متعلق کچھ باتیں تھیں جو اس وقت آپ کے سامنے پیش کر دی گئیں۔ اللہ رب العزت ہمیں باطن کی یہ نعمتیں عطا فرمائے، اللہ تعالیٰ ہمیں صرف قال کے بجائے حال بھی عطا فرمائے۔ آمین برحمتک یاارحم الراحمین۔[23]

---

[22] (نسائی شریف:۱،۱۶)

[23] بحوالہ مدارج السلوک

ثبوتِ لطائف

بعض منکرینِ تصوف کے ذہن میں یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ یہ مواضع جو صوفیائے عظام رحمہم اللہ تعالیٰ کے ہاں لطائف سے معبر ہے اور اذکار و مراقبات کے لئے ان لطائف و مواضع کو متعین کئے ہوئے ہیں، تو کیا ان لطائف و مواضع کا ثبوت قرآن و حدیث میں ہے یا نہیں؟

ان لطائف و مواضع کا ثبوت قرآن مجید میں ہے۔

ثبوت لطیفہ قلب

پہلا لطیفہ، لطیفہ ٔ قلب: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُوْلٰئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی لَھُمْ مَغْفِرَۃٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْم۔ (الحجرات:۳، پ ۲۶)

"بیشک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے پاس، وہ ہیں جن کا دل اللہ تعالیٰ نے پرہیز گاری کے لئے پرکھ لیا ہے، ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔"

اس آیتِ مبارکہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تقویٰ کا محل جسمِ انسانی کا دل ہے کیونکہ تمام بدن کی صحت دل کی صحت پر موقوف ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَہٗ فِیْ قُلُوْبِکُم۔ (الحجرات:۷)

"لیکن اللہ نے تمہیں ایمان پیارا کر دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کر دیا۔"

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ بِاللَّغْوِ فِیْ اَیْمَانِکُمْ وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ بِمَا کَسَبَتْ قُلُوْبُکُم (البقرہ: ۲۲۵)

"اللہ تمہیں نہیں پکڑتا ان قسموں میں جو بے ارادہ زبان سے نکل جائیں، ہاں اس پر گرفت فرماتا ہے جو کام تمہارے دلوں نے کئے۔"

اس آیتِ مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سزا و جزا کا تعلق لطیفہ قلب سے ہے اس لئے تو بندہ اس قسم پر عند اللہ ماخوذ ہے جو قصد قلب سے ہو۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ۔ (البقرہ: ۷)

"اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی"

ارشادی باری تعالیٰ ہے:

بَلْ رَأنَ عَلٰی قُلُوْبِھِم۔ (المطففین: ۱۴)

"بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے۔"

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ عَلٰی قَلْبِکَ لِتَکُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ (الشعراء: ۱۹۳، ۱۹۴)

"اسے روح الامین لے کر اُترا، تمہارے دل پر کہ تم ڈر سناؤ"

فثبت من ھذہ الایات ان موضع الجھل و الغفلة و العلم ھو القلب لان القلب فی الحقیقة مخاطب لانه موضع موضع التمییز و الاختیار و اما سائر الاعضاء فمسخرة له ان فی ذلک لذکریٰ لمن کان له قلب او القیٰ السمع و ھو شھید۔

"پس ان آیات سے ثابت ہوا کہ جہل، غفلت اور علم کی جگہ بدن انسانی میں قلب ہے۔ اصل میں مخاطب حقیقی قلب ہے اس لئے کہ یہ تمیز و اختیار کی جگہ ہے اور دیگر اعضاء اس کے قابو میں

ہیں۔اس میں اس شخص کے لئے بڑی عبرت ہے جس کے پاس (فہیم) دل ہو یا وہ (کم از کم دل سے) متوجہ ہو کہ (بات کی طرف) کان ہی لگا دیتا ہو۔"

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ (الرعد:۲۸، پ۱۳)

"سن لو، اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔"

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ (الشعراء: ۸۹،۸۸، پ۱۹)

"جس دن نہ مال کام آئے گا، نہ بیٹے، مگر وہ جو اللہ کے حضور حاضر ہوا سلامت دل لے کر۔"

جس طرح سالم اور بے داغ اللہ نے دیا تھا کہ گناہ کرنے اور شغل دنیاوی کی وجہ دل داغ دار ہوتا ہے کمافی الحدیث۔

فائدہ: ان آیات کریمہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ امینِ وحی و نبوت اور خزانۂ اسرارِ الٰہیہ غیبیہ صرف انسان کا دل ہے اور یہ دل تجلیات باری تعالیٰ کا محل ہے جب انسان اپنا دل صاف رکھے تو وہ دل مسکنِ تجلیات بن جاتا ہے اور تمام اخلاقِ رزائل دل سے خارج ہوتے ہیں اور دل اللہ کے انوار سے منور ہو جاتا ہے۔

قال رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہ وَ سلَّم فی جسد بنی آدم لمضغة اذا صلحت صلح الجسد کله و اذا فسدت فسد الجسد کله الا و هی القلب۔

"رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہ وَ سلَّم نے فرمایا یقیناً بنی آدم کے بدن میں ایک لو تھڑا ہے جب وہ صالح (درست) ہوتا ہے تو پورا بدن صالح ہوتا ہے اور جب وہ فاسد ہوتا ہے تو پورا بدن فاسد ہوتا ہے خبر دار وہ دل ہے۔"[24]

قال الامام فخر الدین الرازی رحمه اللہ: و معلومة ان العقل فی القلب و لان التکلیف مشروطة بالعقل و الفهم قال اللہ تعالیٰ (اِنَّ السَّمۡعَ وَ الۡبَصَرَ وَ الۡفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنۡهُ مَسۡـُٔوۡلًا (الاسراء ۳٦)) و قرن اللہ تعالیٰ بذکره السمع و البصر لانهما آلتان للقلب فی تادیه صور المحسوسات و المسموعات۔

ترجمہ: "امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ معلوم بات ہے کہ عقل قلب میں ہوتی ہے، اس لئے تکلیف شرعی بھی عقل و فہم کے ساتھ مشروط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "بے شک کان اور آنکھ اور دل ہر شخص سے ان سب کی (قیامت کے دن) پوچھ ہوگی" دِل کے ساتھ سماعت اور بصارت اس لئے پیوست کیا کہ یہ دونوں دل کے آلات ہیں جو محسوسات اور مسموعات کی صورتوں کو دل میں لے آتے ہیں۔"[25]

ثبوت لطیفہ روح

قال اللہ تعالیٰ: وَیَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الرُّوۡحِ ط قُلِ الرُّوۡحُ مِنۡ اَمۡرِ رَبِّیۡ۔ (بنی اسرائیل: ۸۵)

"اور تم سے روح کو پوچھتے ہیں، تم فرماؤ روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے۔"

---

24 (رواہ بخاری تفسیر مظہری ص ۳۹۲:۷)

25 (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۳۹۰)

قال اللہ تعالیٰ: فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي۔(الحجر:۲۸، پ۱۴)

"تو جب میں اسے ٹھیک کرلوں اور اس میں اپنی طرف کی خاص معزز روح پھونک دوں۔"

تعریف روح

دل عليه الكتاب و السنة و اجماع الصحابة و ادلة العقل انها جسم مخالف بالماهية لهذا الجسم المحسوس وهو جسم نورانی علوی خفيف حی متحرک ينفذ فی جوهر الاعضاء ويسری فيها سريان الماء فی الورد و سريان الدهن فی الزيتون و النار فی الفحم۔

"کتاب و سنت اجماع صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور عقلی دلائل اس پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ روح ایک جسم ہے جو اس محسوس جسم سے ماہیت میں مخالف ہے، یہ ایک نورانی علوی باریک زندہ متحرک جسم ہے جو انسانی اعضاء میں اس طرح نفوذ کرتا ہے جیسا کہ ورق گلاب میں پانی اور زیتون کے دانوں میں تیل اور انگاروں میں آگ۔"[26]

وقال قوم هو جسم لطيف يحيى به الانسان و قيل الروح معنى اجتمع فيه النور و الطيب و العلم و البقاء الاترى انه اذا كان موجوداً يكون الانسان موصوفا بجميع هذه الصفات و اذا خرج منه ذهب الكل۔[27]

ترجمہ: ایک قوم نے کہا ہے کہ یہ روح ایک لطیف جسم ہے جس سے انسان زندہ رہتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ معنوی چیز ہے جس میں نور خوشبو علم برتری اور بقاء جمع کئے گئے ہیں۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ جب یہ موجود ہوتی ہے تو انسان مذکورہ صفات سے متصف ہوتا ہے اور جب یہ نکل جاتی ہے تو یہ تمام صفات نکل جاتی ہیں۔

---

[26] (روح المعانی ج۱۵ ص۱۵۵)

[27] (تفسیر خازن ۳:۱۹۰)

سر، خفی اور اخفیٰ کا ثبوت قرآن سے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِنۡ تَجۡهَرۡ بِالۡقَوۡلِ فَاِنَّهٗ يَعۡلَمُ السِّرَّ وَاَخۡفٰى۔(طٰہٰ:۷)

"اور اگر تو بات پکار کر کہے تو وہ تو بھید کو جانتا ہے اور اسے جو اس سے بھی زیادہ چھپا ہے۔"

وقال العلامة العارف باللّٰہ تعالیٰ محمد اسماعیل حقی رحمہ اللہ تعالیٰ السر باصطلاح اهل التحقيق لطيفة فوق القلب وهو معدن اسرار الروحانية والخفى لطيفة بين الروح والحضرة الالٰهية وهو مهبة انوار الربوبية وجملتها المشاهدات والمكاشفات وحقائق العلوم الدينية۔[28]

"علامہ عارف باللہ محمد اسماعیل حقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: سِر اہل تحقیق کی اصطلاح میں ایک لطیفہ ہے جو قلب کے اوپر ہے، یہ اسرار روحانی کا خزانہ ہے اور خفی روح اور حضرت الہیہ کے درمیان ایک لطیفہ ہے جو انوار ربوبیت کا مہبت (جائے نزول) ہے من جملہ اس میں سے مشاہدات، مکاشفات اور حقائق علوم دینیہ ہیں۔"

دیوبندیوں کے "حکیم الامت" مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے: لطائف چھ ہیں مطلب یہ کہ انسان کے جسم میں چھ جگہیں ایسی ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے انوار وفیوضات اور برکاتِ کثیرہ کا محل ہیں، پہلا لطیفہ قلب ہے، جو بائیں پستان کے نیچے دو انگشت کے برابر ہے۔ اور عالمِ امر کے پانچ لطائف ہیں: قلب، روح، سِر، خفی اور اخفیٰ۔"

---

[28] (روح البیان)

ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری فرماتے ہیں:

وبلسان الاشارۃ بیوت اللہ عبارۃ عما یذکر فیہ الحق من النفس و القلب و الروح و السر و الخفی فذکر بیت النفس الطاعات و ذکر بیت القلب التوحید و المعرفۃ و ذکر بیت الروح الشوق و المحبۃ و ذکر بیت السر المراقبۃ و الشھود و ذکر بیت الخفی بذل الوجود و ترک الموجود۔[29]

"اور اشارات کی زبان میں بیوت اللہ سے مراد یہ ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا جاتا ہے یعنی نفس، قلب، روح، سِر اور خفی۔ بیت نفس کا ذکر طاعات ہیں اور بیت قلب کا ذکر توحید اور معرفت ہے، بیت روح کا ذکر شوق و محبت ہے، اور بیت سِر کا ذکر مراقبہ اور شہود ہے، بیت خفی کا ذکر اپنے وجود کو صرف کرنا (نظروں سے محو کرنا) اور موجود کو ترک کرنا۔

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وقد انکشف علی ارباب القلوب من المجردات القلب و الروح و السر و الخفی و الاخفی و اللہ تعالیٰ اعلم بخلقہ۔[30]

"کہ اربابِ قلوب پر مجردات میں سے قلب، روح، سر، خفی اور اخفی کا انکشاف ہو چکا ہے۔"

امام ربّانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے جان لو۔ اللہ تعالیٰ تجھے دونوں جہان میں نیک بخت کر دے کہ پانچ اجزاء عالمِ امر میں سے قلب، روح، سر، خفی اور اخفی ہیں جو کہ عالمِ صغیر انسانی کے اجزاء ہیں مگر اس کے اصول عالمِ کبیر میں ہیں جو کہ عناصر اربعہ کے رنگ میں ہیں۔ یہ انسانی

---

[29] (المرقات ۱:۱۷۲)

[30] (تفسیر مظہری، ۷:۴۳۷)

اجزاء ہیں جو کہ عالم کبیر میں اپنے اصول رکھتے ہیں، ان اصول کا ظہور عرش کے اوپر ہے جو کہ لامکانیت سے موصوف ہیں اسی سے یہ بات نکلی ہے کہ عالم امر کولامکانیت کہتے ہیں۔ [31]

اعلم ان اللّٰہ تعالیٰ خلق فی الانسان ستۃ لطائف بل عشرۃ الخمسۃ منھا من عالم الأمر۔ وھی القلب والروح والسر والخفی والاخفی والخمسۃ من عالم الخلق وھی النفس والعناصر الاربعۃ واختلفوا فی انھا اعتبارات وجھات النفس الناطقۃ او حقائق علیحدۃ بحیالھا ذھب قبلتنا الروحانی المجدد للالف الثانی الی ان اللطائف الستۃ ھی حقائق منفردۃ بحیالھا کما ھو ظاھر کلامہٖ وکلام اتباعہٖ وذھب الشیخ ابن العربی الاندلسی الی انھا اعتبارات وجھات النفس الناطقۃ وتبعہ کثیر من العلماء ثم لکل لطیفۃ من ھذہ اللطائف ارتباط بعضو من الجسد فالقلب تحت الثدی الایسر باصبعین۔والروح تحت الثدی الایمن بحذاء القلب والسر فوق الثدی الایسر مائلًا الی وسط الصدر والخفی فوق الثدی الایمن مائلًا الی الوسط والاخفی فوق الخفی والسر فی الوسط والنفس فی البطن الاول من الدماغ وتسمیۃ ھذہ المواضع باسم اللطائف مجازا من قبیل تسمیۃ المحل باسم الحال کما فی قولہ تعالیٰ (وَ اَمَّا الَّذِیۡنَ ابۡیَضَّتۡ وُجُوۡھُھُمۡ فَفِیۡ رَحۡمَۃِ اللّٰہِ (آل عمران ۱۰۷)) الایۃ۔ای فی جنۃ اللّٰہ التی تحل فیھا الرحمۃ۔ [32]

ترجمہ: جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے جسم میں چھ لطائف پیدا کئے ہیں بلکہ دس ہیں ان میں سے پانچ عالمِ امر سے تعلق رکھتے ہیں جو قلب، روح، سِر، خفی، اور اخفیٰ ہیں اور پانچ کا تعلق عالم خلق میں سے ہے، وہ نفس اور عناصرِ اربعہ (باد، خاک، آب، آگ) ہیں۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ صرف تعبیرات ہیں اور نفس ناطقہ کی مختلف جہتوں کے نام ہیں یا ہر ایک علیحدہ وجود بھی رکھتا ہے تو ہمارے روحانی قبلہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ لطائف ستہ (چھ لطائف) اپنی ذات

31 (مکتوباتِ امام ربانی دفتر اول حصہ چہارم، ص ۹۰، ج ۱)

32 (قطب الارشاد ج ۱ ص ۴۳۸، بحوالہ التبیان فی دقائق السلوک والاحسان، ص ۱۷۸)

میں الگ الگ حیثیت کے حامل حقائق ہیں، جیسا کہ یہ بات ان کے کلام سے واضح ہے اور ان کے متبعین کا بھی یہی مذہب ہے اور شیخ ابن عربی اندلسی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ یہ تعبیرات اور نفس ناطقہ کی مختلف جہات ہیں اوران کی متابعت بہت سے علماء نے کی ہے۔ ان میں سے ہر لطیفہ کا انسانی اعضاء میں سے کسی ایک کے ساتھ ربط و تعلق ہے۔ قلب بائیں پستان سے دو انگل کے برابر نیچے ہے۔ روح دائیں جانب پستان کے نیچے ہے جو کہ قلب کے متوازی ہے اور سر بائیں پستان کے اوپر وسط صدر کی جانب مائل ہے اور خفی دائیں پستان کے اوپر وسط صدر کی طرف مائل ہے اور اخفی خفی اور سر کے اوپر وسط صدر میں ہے اور نفس دماغ کے بطن اول میں ہے۔ ان مواضع کا نام لطائف کے نام سے مجازی ہے جو حال کے نام سے محل کو موسوم کیا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”اور جن کے چہرے سفید ہوں گے تو وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے۔“یعنی جنت میں ہوں گے جہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت جاری وساری ہو گی۔“

لطیفہ نفس کا ثبوت

اللہ تعالیٰ حضرت یوسف علیہ السلام کی حکایت بیان کرتے ہیں:

وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ الْاَمَّارَۃَ بِالسُّوْءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ (یوسف: ۵۳، پ ۱۳)

ترجمہ: اور میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں بناتا، بے شک نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے، مگر جس پر میرا رب رحم کرے میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَۃِ۔ (القیامۃ: ۲، پ ۲۹)

”اور جان کی قسم جو اپنے اوپر بہت ملامت کرے۔“

يَاۤاَيَّتُهَاالنَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُاِرْجِعِیْۤاِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةًمَّرْضِیَّة۔(الفجر:۲۷،۲۸،پ۳۰)

”اے اطمینان والی جان، اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی ہو وہ تجھ سے راضی۔“

تعریفِ نفس:

النفس ھی الجوھر البخاری اللطیف الحامل لقوۃ الحیاۃ والحس والحرکۃ الارادیۃ وسماھا الحکماء بالروح الحیوانیۃ فھو جوھر مشرق للبدن فعند الموت ینقطع ضوءہ عن ظاھر البدن وباطنہ واما فی وقت النوم فینقطع عن ظاھر البدن دون باطنہ فثبت ان النوم والموت من جنس واحد لان الموت ھو الانقطاع الکلی والنوم ھو الانقطاع الناقص فثبت ان القادر الحکیم دبر تعلق جوھر النفس بالبدن علی ثلاثۃ اضربٍ الاول ان بلغ ضوء النفس الی جمیع اجزاء البدن ظاھرہ وباطنہ فھو الیقظۃ وان انقطع ضوءھا عن ظاھرہ دون باطنہ فھو النوم او بالکلیۃ فھو الموت۔

”نفس ایک لطیف بخاری جوہر ہے جو قوت حیات احساس وشعور اور حرکت ارادی کا حامل ہے، اسے حکماء نے روحِ حیوانی کا نام دیا ہے، یہ بدن کو حیات سے منور کرتا ہے، موت کے وقت اس کا یہ نور بدن کے ظاہر و باطن سے منقطع ہو جاتا ہے اور نیند کی حالت میں اس کا یہ نور ظاہر بدن سے منقطع ہوتا ہے نہ کہ باطن سے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نیند اور موت کی جنس ایک ہی ہے اس لئے کہ موت کلی انقطاع بدن کے ساتھ تین طریقوں سے تدبیر دی ہے۔

(۱) نفس کی روشنی بدن کے تمام ظاہری اور باطنی اجزاء میں پہنچے یہ بیداری کی حالت ہے۔

(۲) ظاہر سے منقطع ہو اور باطن سے منقطع نہ ہو، یہ نیند کی حالت ہے۔

(۳) بالکلیہ تعلق ختم ہو جائے، یہ موت ہے۔"[33]

لطائف کے انوار

لطیفہ قلبی کا نور سرخ اور روحی کا زرد ہوتا ہے اور بعض لوگ اس کے برعکس، یعنی قلبی کا زرد اور روحی کا سرخ بتاتے ہیں۔ لطیفہ سری کا نور سفید ہوتا ہے، اور لطیفہ خفی کا نور سیاہ، لطیفہ اخفٰی کا نور سبز ہوتا ہے جبکہ لطیفہ نفسی کا خاکی ہوتا ہے۔

قطب الارشاد میں ہے:

"ثم لکل لطیفة منها نور یظهر فی عالم المثال عند صفائها و ظهور ذٰلک النور علامة صفائها فنور القلب احمر و نور الروح اصفر و نور السر ابیض و نور الخفی اسود و نور الاخفی اسود غایة السوداء و قیل اخضر و نور النفس علی لون رمادی۔[34]

"پھر ہر لطیفہ کا اپنا نور ہے جو اس کی صفائی کی وجہ سے عالم مثال میں ظاہر ہوتا ہے اور اس نور کا ظہور اس کی صفائی کی علامت ہے۔ نورِ قلب سرخ ہے، نورِ روح زرد ہے، نورِ سر سفید ہے، نورِ خفی سیاہ ہے اور اخفی کا نور بہت زیادہ سیاہ ہے، کسی نے کہا ہے کہ سبز ہے اور نفس کا نور خاکی رنگ کا ہے۔"

(مفتاح السلوک، جلد اول)

حررہ:

العبد الفقیر السید احمد علی شاہ ترمذی حنفی سیفی

حال فقیر کالونی اورنگی ٹاؤن

جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ

---

33 (التبیان فی دقائق السلوک والاحسان، صفحہ ۱۸۰)

34 (قطب الارشاد ج ۱ ص ۴۳۸، بحوالہ التبیان فی دقائق السلوک والاحسان، ص ۱۷۸)